تحریکِ دارالاسلام، پٹھان کوٹ کے اثرات کا تحقیقی تجزیہ

ریحانہ قریشی *
مہر محمد سعید اختر **

ABSTRACT:

The objective of this research paper is to introduce Dar-ul-Islam Pathankot and its impacts on the society in the subcontinent. Dar-ul-Islam Pathankot was established as per advice of Allama Dr. Muhammad Iqbal, thorough dedication of Ch. Niaz Ali and hard work of Syed Abul A'la Maodudi in 1938 at Jamalpur in District Gurdaspur, Punjab. As this study is a historical and documentary research, so different books, magazines, periodicals, manuscripts, newspapers, speeches, reports, websites were used to collect information on the subject. Individual interviews were also conducted for this purpose. It is concluded that the educational plan of Dar-ul-Islam was undoubtedly great. Initial steps were taken and a school of basic education was also established according to the plan. It could be say that training work had been started in Dar-ul-Islam but the partition of India did not allow to begin academic activities there. It was such a movement that based on pure Islamic principles as far as its aims, objectives, curriculum, organization and teaching methodology was concerned.

پس منظر

جن حالات میں ایک طرف حکیم الامت علامہ اقبال اپنی بے مثال اور الہامی شاعری سے امت مسلّمہ کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلا رہے تھے، دلِ مسلم میں زندہ تمنا بیدار کر رہے تھے، ملی سیاست اور اسلامی ریاست کی طرف پکار رہے تھے، متحدہ قومیت کا طلسم توڑ کر وحدت و اخوت کا درس دے رہے تھے(۱)، انہی حالات میں دوسری طرف علامہ سے ذرا دور حیدر آباد دکن سے ترجمان القرآن کے ذریعے نثر کی زبان میں یہ ہی کام سیّد مودودی بھی انجام دے رہے تھے۔ علامہ اقبال کی خواہش تھی کہ ایک ایسا علمی مرکز قائم کیا جائے جہاں سے اہل علم اسلام کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کریں اور دنیا کے مسلّمہ اصولوں کے مطابق حقانیت ثابت کریں۔(۲)

ٹھیک اس زمانے میں جب سیّد مودودی کو دعوت کا کام شروع کئے تین برس ہو چکے تھے اور وہ اپنے منصوبے کے

* ڈاکٹر، ڈیپارٹمنٹ آف سوشل سائنسز اینڈ ہیومینٹیز، یونیورسٹی آف ایگریکلچر فیصل آباد برقی پتا: rehana.qureshi@yahoo.com
** پروفیسر، ڈاکٹر، ادارہ تعلیم وتحقیق، یونیورسٹی آف پنجاب، لاہور برقی پتا: mahrsaeed1@yahoo.com
تاریخ موصولہ: ۱۳/ ۳/ ۲۰۱۴ء

دوسرے جزو کی طرف قدم بقدم بڑھ رہے تھے، اللہ کی مشیت پنجاب کے ایک گاؤں میں سیّد مودودی کے اس منصوبے میں رنگ بھرنے اور اسے ایک نیا رُخ دینے میں مددگار بننے کیلئے ایک بندۂ مومن کو تیار کر رہی تھی۔ یہ چوہدری نیاز علی خان تھے۔ وہ اپنے گاؤں کے رئیس اور فارغ البال وخوشحال زمیندار تھے۔ مگر اللہ نے انہیں دین وملت کے درد، اسلام کی سربلندی کی تڑپ اور دین کی خدمت کے جذبہ فراواں سے نوازا تھا۔ بقول سیّد اسعد گیلانی: وہ ان لوگوں میں سے نہ تھے جو پیدا ہوتے ہیں، پرورش پا کر تعلیم برائے ذریعہ معاش حاصل کرتے ہیں، اپنے روزگار میں ترقی پاتے ہیں اور پھر ریٹائر ہونے کے بعد چند ضروری کام جو معلق رہ گئے تھے انہیں نپٹا کر دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ (۳)

چوہدری نیاز علی خان ۱۹۳۵ء میں محکمہ انہار سے بطور اسسٹنٹ انجینئر ریٹائر ہوئے۔ پٹھان کوٹ ضلع گورداسپور سے چار میل جانب امرتسر موضع جمال پور میں ان کی زمینداری تھی۔ وہ مدت سے ارادہ رکھتے تھے کہ ملازمت سے فراغت کے بعد اپنے بقایا ایّامِ زندگی اور محدود وسائل کو خدمتِ دین میں صرف کریں گے۔ چنانچہ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد دورِ حاضر کی سب سے بڑی ہستی حکیم الامت کی خدمت میں پہنچے۔ اپنی زندگی کا تمام حاصل ان کے قدموں میں ڈھیر کر دیا کہ یہ ہے میری کل کائنات، اسے لیجئے اور ٹھکانے لگا دیجئے (۴)۔ سیّد نذیر نیازی کا بیان ہے کہ علامہ اقبال نے چوہدری نیاز علی کے نیک عزائم کو سراہا اور فرمایا: دینی مدارس کی تو کمی نہیں ہے۔ بہتر ہوگا کہ اس وقف سے کوئی اور کام لیا جائے۔ میرے نزدیک مسلمانوں کی سب سے بڑی ضرورت فقۂ اسلامی کی تشکیل جدید ہے۔ بحالتِ موجود ہم روز بروز اسلام سے دور ہٹ رہے ہیں۔ اس کی وجہ وہ سیاسی واجتماعی مسائل ہیں جنہوں نے موجودہ دور میں ایک خاص شکل اختیار کر لی ہے۔ (۵)

لہٰذا چوہدری نیاز علی نے علامہ کے مشورہ کے مطابق مارچ ۱۹۳۶ء میں ساٹھ ایکڑ زمین مجوزہ ادارے کیلئے وقف کر دی اور ضروری عمارات تعمیر کیں۔ علامہ نے اس ادارے کیلئے رفیق کار مہیا کرنے کی غرض سے ۵/اگست ۱۹۳۷ء کو شیخ الازہر علامہ مصطفیٰ مراغی کے نام خط لکھا۔ بعد ازاں چوہدری نیاز علی نے اندرونِ ملک مولانا ابوالکلام آزاد، سیّد سلیمان ندوی، عبیداللہ سندھی، عبداللہ یوسف علی اور علامہ محمد اسد جیسے مشاہیر سے رابطہ قائم کیا۔ جامعہ ازہر سے کوئی عالم نہ آسکا۔ جبکہ اندرون ملک علمائے دین اپنے اپنے علمی مراکز سے کٹ کر آنا نہ چاہتے تھے۔ کہیں زمانے کا شکوہ تھا اور کہیں حزم واحتیاط۔ آخر علامہ کی مردم شناس نگاہ سیّد مودودی پر پڑی۔ علامہ اس سے قبل سیّد مودودی کو پنجاب میں آ کر اپنے مشن اور پیغام کو پھیلانے کی دعوت دے چکے تھے اور بذریعہ ترجمان القرآن سیّد مودودی کے کلام، علم وفضل، ملی جذبہ، تفکر اور خدمت اسلام کے معترف تھے۔ پروفیسر محمد سرور کے مطابق: ان دنوں علامہ اقبال سیّد مودودی سے کافی متاثر تھے۔ لوگوں نے سیّد مودودی کے متعلق علامہ کا یہ فقرہ سنا تھا کہ یہ مولوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ان کے دین کو پیش کر رہا ہے۔ (۶)

بقول سیّد مودودیؒ: میں پنجاب سے کوئی دل چسپی نہ رکھتا تھا بلکہ یہاں کی صحافت، سیاست اور مناظرہ بازیوں کا رنگ دیکھ کر دور ہی سے اتنا بدگمان تھا کہ پنجاب آنا پسند بھی نہ کرتا تھا۔مگر ۱۹۳۶ء کے اواخر میں پہلی بار ڈاکٹر صاحب نے مجھے توجہ دلائی کہ دکن کو چھوڑ کر پنجاب میں قیام کروں (۷)۔پہلی نگاہ میں تو مجھے اس تجویز نے کچھ زیادہ متاثر نہ کیا مگر جب ۱۹۳۷ء کے اواخر میں' میں نے دکن چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا اور کسی دوسرے مستقر کی تلاش میں حیدرآباد سے نکلا تو مرحوم سے مشورہ کرنے کیلئے لاہور حاضر ہوا۔یہاں ان سے بالمشافہ گفتگو کرنے کے بعد مجھے اطمینان ہوگیا کہ آئندہ میرے لئے پنجاب ہی میں قیام کرنا زیادہ مناسب ہے''۔(۸)

جب یہ سوال پیدا ہوا کہ ادارے کا سربراہ کون بنے؟اندرونِ ملک اور شیخ الازہر کی جانب سے کوئی مثبت جواب نہ ملا تو علامہ اقبال نے چوہدری نیاز علی سے کہا کہ:سردست ایک نام میرے ذہن میں آتا ہے۔حیدرآباد سے ترجمان القرآن کے نام سے ایک بڑا اچھا رسالہ نکل رہا ہے۔مودودی صاحب اس کے ایڈیٹر ہیں۔میں نے ان کے مضامین پڑھے ہیں۔ دین کے ساتھ ساتھ وہ مسائلِ حاضرہ پر بھی نظر رکھتے ہیں۔ان کی کتاب الجہاد فی الاسلام مجھے پسند آئی ہے۔آپ کیوں نہ انہیں دارالاسلام آنے کی دعوت دیں؟ میرا خیال ہے کہ وہ دعوت قبول کرلیں گے۔(۹)

چوہدری نیاز علی نے علامہ اقبال کو پہلا خط اگست ۱۹۳۵ء میں لکھا تھا اور غالباً اسی مہینے میں علامہ اقبال سے پہلی بار ملے۔مہینے کے دوسرے عشرے میں انہوں نے سیّد مودودی کو بھی پہلا خط لکھا اور ان سے اپنے ادارے کے بارے میں مشورہ چاہا۔سیّد مودودی نے اس خط کا جواب ۲۱/اگست کو دیا۔خط وکتابت کا یہ سلسلہ جاری رہا۔بالآخر ستمبر ۱۹۳۷ء میں حکیم الامت سے ملاقات کر کے سیّد مودودی حیدرآباد لوٹے اور پنجاب کی طرف ہجرت شروع کردی۔گویا ادارے کا سربراہ بننے کی پیش کش قبول کرلی۔سیّد مودودی نے چوہدری نیاز علی کو جب اپنے اس فیصلے سے آگاہ کیا تو ان کی زبان سے اللہ تعالٰی کی حمد وثنا جاری ہوگئی۔(۱۰)

سیّد مودودی کے بھائی ابوالخیر نے جب سیّد مودودی کی ہجرت کے بارے میں سنا تو کہا: بھیا یہ جو سارے جہاں کا درد تمہارے جگر میں ہے۔اس قسم کا درد مولانا محمد علی جوہر کے دل میں بھی تھا لیکن سوچو ذرا کہ قوم نے انہیں کیا بدلہ دیا؟ چھوڑو اس کھکھیڑ میں نہ پڑو۔تم حیدرآباد میں رہ کر آرام اور عزت سے علمی کام کرسکتے ہو۔ترجمان القرآن کے ذریعے اپنا پیغام پھیلا سکتے ہو مگر سیّد مودودی ارادہ مصمم کر چکے تھے۔(۱۱)

قیام دارلاسلام

۱۸/مارچ ۱۹۳۸ء کو سیّد مودودی بطور سربراہ دارالاسلام پٹھان کوٹ پہنچ گئے۔ادارے کی تعمیر کا کام ہو رہا تھا۔ چوہدری نیاز علی نے سیّد مودودی سے ادارے اور مستقر کا نام تجویز کرنے اور ادارے کے لیٹر پیڈ کے متعلق دریافت کیا تو

سیّد مودودی نے کہا کہ: دارالاسلام ادارے اور مقام دونوں کا نام ہوگا۔ یہ نام Muslim State کے معنی میں نہیں بلکہ Muslim Cultural Home کے معنی میں ہے۔خدا کرے کہ پہلے معنی کا مسّمٰی بھی ہوجائے مگر سردست 'دارالاسلام' کہہ رہے ہیں اوراس لحاظ سے اس کا اطلاق ادارے پر بھی اسی طرح ہوتا ہے جس طرح مقامِ ادارہ پر۔ لیٹر پیڈ جو چھپوائے جائیں ان کی پیشانی پر ان الدین عنداللہ الاسلام لکھوایئے اور نیچے ذرا خفی مگر نمایاں ٹائپ میں اس نام کی انگریزی تشریح لکھوا دیجئے۔(۱۲)

۱۸/مارچ ۱۹۳۸ء کو سیّد مودودی دارالاسلام پہنچے اور تحریک دارالاسلام کا باضابطہ قیام ۱۷/شعبان ۱۳۵۷ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۳۸ء کو عمل میں آیا۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۳۷ء میں ایکٹ نمبر ۲۱ '۱۸۶۰ء کے تحت ادارہ باضابطہ طور پر رجسٹر کرایا گیا۔رجسٹریشن کی دستاویز یوں تھی:

میمورنڈم آف ایسوسی ایشن یعنی قانون انجمن برائے دارالاسلام ٹرسٹ (رجسٹری شدہ زیرا یکٹ 1860-1861ء)

انجمن کا نام: دارالاسلام ٹرسٹ ہوگا۔

انجمن کا دفتر: انجمن کے رجسٹری شدہ دفتر کا مقام دارالاسلام موضع جمال پور ضلع گورداسپور (پنجاب) میں ہوگا۔(۱۳)

تحریک دارالاسلام کے اثرات

علامہ اقبال نے سید مودودی کو فقہ اسلامی کی تشکیل نو کا کام سونپا جس کے لئے سید مودودی نے تحریک دارالاسلام کی بنیاد ڈالی۔سید مودودی نے نظام تعلیم پر واشگاف تنقید کی۔انہوں نے اپنی تصنیف ''تعلیمات'' میں لکھا: کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ موجودہ نظامِ تعلیم میں ملتِ اسلام کے نونہالوں کی تعلیم و تربیت کے لئے جو انتظام کیا جاتا ہے وہ دراصل ان کو اس ملت کی پیشوائی کے لئے نہیں بلکہ غارت گری کے لئے تیار کرتا ہے(۱۴)۔انہوں نے تحریک کے لئے تعلیم و تربیت اور تنظیم کا جو فارمولہ مرتب کیا اس کے اثرات مندرجہ ذیل ہیں۔

مسلمان کا گھر: تربیتی و اصلاحی پروگرام کا مرکز

''دارالاسلام'' کے پس منظر، مقاصد، دستور العمل اور اثرات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریک دارالاسلام کے ذریعے مسلمانوں کی اصلاح، تعلیم، تربیت اور تنظیم کا جو فارمولا مرتب کیا گیا تھا، اس کا ابتدائی یونٹ مسلمان گھرانے کو تجویز کیا گیا تھا۔مسلمانوں کی معاشرت میں چونکہ عائلی زندگی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور انسان سازی کا اوّلین کارخانہ گھر ہوتا ہے، اس لئے تحریک دارالاسلام نے گھر کو ہی اصلاح کا ابتدائی یونٹ تجویز کیا اور گھر کو ہی کردار سازی کا ابتدائی تربیتی مرکز قرار دیا۔ چنانچہ خاندان کے سربراہ کو داعی کی حیثیت سے اس کا امیر تجویز کیا گیا۔ گویا دارالاسلام کی اسلامی تحریک کے نزدیک اصلاح کا یہ فارمولا تھا کہ: مسلمان کا گھر تربیتی و اصلاحی پروگرام کا مرکز ہے۔ مسلمان گھرانے

میں آباد کنبہ ایک اسلامی جماعت ہے اور مسلمان کنبے کا سربراہ اس جماعت کا امیر ہے۔شرعاً وہی امیر اپنی اس مختصر سی جماعت کو اسلام کے اصولوں کے مطابق چلانے اور تعلیم وتربیت دینے کا ذمہ دار ہے۔ اس طرح اگر ہر گھر کی اصلاح ہو جائے تو پوری قوم کی اصلاح خود بخود ہو جاتی ہے۔(۱۵)

تحریک دارالاسلام کے نزدیک اصلاحِ ملت کا یہ آسان ترین، مختصر مگر جامع طریقہ تھا۔تحریک کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے تین انسانی ستون تھے۔علامہ اقبال بہ حیثیت فکری رہنما اور سرپرست، چوہدری نیاز علی خان بحیثیت بانی اور روح رواں جبکہ سیّد مودودی بحیثیت مربی اور رہنمائے کار۔ان تینوں سے مل کر تحریک دارالاسلام اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوئی اور آغاز کار میں ہی تین تاریخی شخصیتوں کے مل کر ایک اسکیم پر مجتمع ہو جانے سے یہ تحریک تاریخی کردار کی حامل بن گئی۔(۱۶)

مسلمانوں کا بنیادی مرض: صحیح اسلامی تربیت کی کمی

سیّد مودودی کے نزدیک مسلمانوں کا بنیادی مرض صحیح اسلامی تربیت کی کمی تھا۔ان کی نظر میں جدید مدارس سے تو اس کی توقع ہی نہ کی جا سکتی تھی کیوں کہ ان کا مقصدِ قیام انگریزی اغراض کی تکمیل تھا۔قدیم عربی مدارس اور خالص اس مقصد سے قائم ہونیوالے ادارے ''خانقاہیں'' وغیرہ بھی ان کے خیال میں اس باب میں ناقص تھیں کیونکہ خانقاہیں تزکیۂ نفس کے اداروں کی بجائے نسلی گروہوں میں تبدیل ہو گئی تھیں۔عقابوں کے نشیمن پر بالعموم زاغ متصرف ہونے لگے تھے۔مشائخ مریدوں کی اندھی عقیدت واطاعت کے مرکز بن گئے تھے۔مریدوں کی نگاہوں میں وہ انسان نہیں مافوق الفطرت ہستیاں تھیں جن سے اٹھتے بیٹھتے مافوق الفطرت افعال کا صدور ہوتا تھا۔لہٰذا سیّد مودودی ایسی جدید خانقاہ بنانا چاہتے تھے جہاں شیخ اور مرید دونوں اپنی اصلاح وتربیت میں صحابہ کرامؓ اور اکابر اسلام کی زندگیوں کو پیش نظر رکھیں۔ بلکہ خصوصیت سے ان طریقوں کی پیروی کریں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام کی تربیت فرمائی تھی۔ زندگی میں سادگی ہو۔اپنا کام خود کرنے کی عادت ڈالی جائے۔جسمانی مشقت کی مشق کیلئے ایک قطعہ زمین ایسا مقرر کیا جائے جس میں شیخ اور مرید سب اپنے ہاتھ سے باغبانی یا ترکاریوں کی کاشت کریں۔صفائی، حفظان صحت اور تغذیہ کے بالکل جدید ترین اصولوں کی پابندی کی جائے۔(۱۷)

دارالاسلام: جدید خانقاہ کا عملی نمونہ

دارالاسلام اس قسم کی جدید خانقاہ کا عملی نمونہ تھا۔ یہاں کی زندگی انتہائی سادہ تھی۔ جو لوگ شہروں کی پرآسائش زندگی سے نکل کر آئے تھے ان کیلئے تو کٹھن زندگی تھی لیکن آہستہ آہستہ وہ سب اس کے عادی ہو گئے تھے۔اس کی کٹھنائیوں میں جو لذت انہوں نے محسوس کی اس پر راحت وآسائش کا تصور تک قربان کر دیا۔میاں طفیل اس زندگی کا تذکرہ کرتے ہوئے

کہتے ہیں کہ: سب لوگ دارالاسلام میں اپنے سارے کام خود کرتے تھے۔ اپنے سر پر گندم کی بوریاں اٹھا کر قریبی پن چکی پر آٹا پسوانے کیلئے جاتے اور ایک ڈیڑھ میل کی دوری پر آرا مشین سے ایندھن کی لکڑیاں پیٹھ پر لاد کر لاتے۔ مسجد کے کنویں سے سب لوگ اپنے گھر کیلئے پانی خود بھر کر لاتے اور چار میل کے فاصلے پر پٹھان کوٹ اکثر پیدل جا کر اپنا سودا سلف لاتے۔(۱۸)

ضرورت کے وقت سب ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے اور جو رفقاء کسی وجہ سے اپنا کام خود کرنے سے قاصر ہوتے، ان کا کام بھی ساتھی کر دیتے۔ علمائے دین ہوتے یا اعلیٰ جدید تعلیم یافتہ اصحاب، کسی کو خود اپنا یا ساتھیوں کا کام کرنے میں عار یا شرم محسوس نہ ہوتی۔ یہ وہ درد مند لوگ تھے جو اپنے سے زیادہ دوسروں کیلئے سوچتے۔ اللہ کیلئے ملتے اور اللہ کیلئے بیٹھتے۔ کوئی غرض تھی تو صرف دین کی خاطر، محبت تھی تو دین کی بنیاد پر۔ کسی کو تکلیف ہوتی تو سب تڑپ اُٹھتے۔ کوئی بیمار پڑ جاتا تو اس کی تیمارداری کرتے۔ دارالاسلام آٹھ دس گھروں کی بستی تھی۔ چاروں طرف گھنا جنگل تھا۔ اس لئے راتوں کو بستی کی حفاظت کیلئے باری باری پہرہ دیتے۔ سرنا اسٹیشن آدھ پون میل کے فاصلے پر تھا۔ مہمان آتے، جماعت کے یا دارالاسلام کے مکینوں کے، تو سب مل جل کر ان کے بستر اور دیگر سامان خود اٹھا کر لاتے اور پھر واپسی کیلئے انہیں اسٹیشن پر پہنچاتے کیونکہ وہاں نہ قلی ہوتے تھے اور نہ مزدور۔(۱۹)

دارالاسلام کا انقلابی دور

جون ۱۹۴۲ء سے اگست ۱۹۴۷ء تک پھیلا ہوا دارالاسلام کا یہ دور بلاشبہ نہایت اہم اور تحریکی و دعوتی نقطہ نظر سے ایک انقلابی دور تھا۔ جس میں زندگی بڑی سادہ تھی۔ جس کو اس کے ایمان پرور شب و روز نے انتہائی خوبصورت بنا دیا تھا۔ دامنِ دل کو پیچھے کی جانب کھینچنے والے بعض لمحات کے علی الرغم یہاں کا ایک ایک لمحہ اخذ و اکتساب کا لمحہ تھا۔ اس اخذ و اکتساب' اس سے جنم لینے والی روایات کے حامل کردار کو کندن بنانے والی کتاب وسنت کی کٹھالی میں تپ کر جو لوگ نکلے، وہ ایک مدت تک جماعت کے وقار، قوت، اخلاص، للّٰہیت، حسن و کردار، ذوقِ عمل اور عزیمت کی سربلندی کا نشان بنے رہے۔ ایک ایسی اجتماعی ہیئت وجود میں آئی جس کے ارکان اور ہمدرد سرحد آزاد سے ہندوستان کے جنوبی کناروں تک چار پانچ صوبوں کو چھوڑ کر تقریباً ہر صوبے میں جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے۔(۲۰)

دارالاسلام کی مسجد کو جامع مسجد قرار دینا

دارالاسلام ایک عملی تحریک تھی۔ اس تحریک نے عملِ صالح کے ذریعے افراد کے دلوں میں گھر کیا اور انہیں عمل صالح پر گامزن کیا۔ دارالاسلام پہنچنے پر تحریک کے مربی و رہنمائے کار سیّد مودودی نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ تھا کہ یہاں کی مسجد کو اس علاقے کی جامع قرار دے کر پانچ پانچ میل تک کے دیہات میں اعلان کرا دیا کہ آئندہ جمعہ کی نماز پڑھنے

کیلئے یہاں آئیں۔خطیب کے فرائض سیّد مودودی نے خود اپنے ذمے لیے۔اب تک سیّد مودودی تحریر کے ذریعے تعلیم یافتہ افراد سے خطاب کرتے رہے تھے۔اب وہ ایسے لوگوں میں آ گئے تھے جو فطرت کے شاگرد ہوتے ہیں۔سیّد مودودی اُردو زبان میں خطبہ دیتے۔نمازیوں کی اکثریت ان پڑھ دیہاتیوں پر مشتمل ہوتی تھی۔اس لئے سیّد مودودی کا خطبہ سیدھی سادی اور سہل زبان میں ہوتا جسے ان لوگوں کو سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آتی۔لوگوں کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ پانچ میل کی حد سے باہر کے لوگ بھی خطبہ سننے کیلئے آ جاتے تھے۔(۲۱)

دارالاسلام میں پہلا جمعہ ۲۳ مارچ ۱۹۳۸ء کو پڑھایا گیا۔سیّد مودودی نے خطبہ میں عبادات (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کے مقاصد اور فرضیت کی نوعیت کا ذکر کرنے کے بعد نماز جمعہ کی شرعی اہمیت بیان کی اور سامعین کو تلقین کی کہ وہ نہ صرف خود سختی کے ساتھ جمعہ کی پابندی کریں بلکہ اپنے بھائیوں، دوستوں، ہمسایوں اور بالغ بچوں کو ساتھ لائیں۔جمعہ سے غافل لوگوں کو ہر طرح سمجھا کر، منا کر اور منت سماجت کر کے اور جہاں ڈانٹ ڈپٹ کی ضرورت ہو وہاں ڈانٹ ڈپٹ کر کے جمعہ کی نماز میں حاضر ہونے پر آمادہ کریں۔پہلے جمعہ میں تقریباً پچاس آدمی شریک ہوئے۔دوسرے میں ساٹھ آئے اور تیسرے میں تعداد ۱۵۳ تک پہنچ گئی۔(۲۲)

یہ خطبات اب تک کی روایت کے برعکس اختلافی مسائل سے پاک تھے۔مولانا مسلمانوں کو اصولِ دین کی تعلیم دیتے اور ان کے اندر مسلمان ہونے کا احساس زندہ کرتے تھے۔ان خطبات سے لوگوں میں اتنی دل چسپی پیدا ہوگئی کہ دور دور سے لوگ خطبہ سننے آتے۔یہی نہیں بلکہ وہ خطبہ میں جو کچھ سنتے اپنے اپنے دیہات میں جا کر نمازِ فجر کے بعد بیان کرتے۔خطبہ جمعہ کے یہ اثرات بانیٔ تحریک کیلئے اطمینان بخش تھے۔ان پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے لکھا کہ جمعہ کی مرکزیت ہی میں مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کی فلاح پوشیدہ ہے۔یہ وہ قوت ہے جس کے بل پر مسلمان اپنی زندگی کے شب و روز بدل سکتے ہیں۔لہٰذا مسلمانوں کو ہر جگہ اس مرکزیت کے قیام کا اہتمام کرنا چاہیے۔جو حضرات دعوت سے متفق تھے ان سے خاص طور پر کہا کہ اس طریقے کو اپنائیں۔جو حضرات درحقیت کچھ کام کرنا چاہتے ہیں ان کو میں مشورہ دوں گا کہ اسی طرز پر اپنے حلقوں میں جمعہ کی مرکزیت قائم کرنے کی کوشش کریں اور اس اجتماع سے زیادہ سے زیادہ جتنا کام لینا ممکن ہو، لیں۔(۲۳)

اس طرح دارالاسلام کی دعوت خواص کے دائرے سے نکل کر عوام تک پہنچنا شروع ہوئی۔تحریکِ مجاہدین کے بعد پہلی بار دیہات میں نماز جمعہ قائم کرنے کا اہتمام ہوا۔علماء جو دیہات میں نمازِ جمعہ کے قائل نہ تھے، انہیں بھی سیّد مودودی نے دعوت دی کہ وہ بھی اسکا اہتمام کریں۔کیونکہ: یہ (قیام جمعہ) مسلمانوں کی تنظیم کا پہلا قدم ہے۔ہر مسلمان کے اندر منظم ہونے کی فطری استعداد ہر وقت قوت فعل میں آنے کیلئے تیار رہے۔جمعہ کی طاقت وہ زبردست طاقت ہے جو آٹھ کروڑ مسلمانوں کو دیکھتے دیکھتے ایک کانگریس بنا سکتی ہے۔یہ ایسا رابطۂ عوام ہے جس کا تصوّر بھی کسی جواہر لال نہرو اور کسی

گاندھی کے دماغ میں نہیں آ سکتا۔اس کے ذریعے سے آپ جمہور مسلمین کی تمدنی اصلاح ،معاشی فلاح ،تعلیم عمومی اور سیاسی تحریک کے مقاصد کے حصول مقاصد کیلئے سارے پروگرام بتدریج عمل میں لا سکتے ہیں۔(۲۴)

ان خطبات کو تاج کمپنی نے بلاکوں کی حسین کتابت اور عمدہ طباعت کے ساتھ پانچ حصوں میں شائع کیا۔خطبات، سیّد مودودی نے عوام کیلئے لکھی تھی لیکن اس سے خواص بھی فائدہ اُٹھاتے ہیں (حالانکہ خواص کیلئے ''اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر'' نامی کتاب لکھی تھی)۔اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے 56 ایڈیشن طبع ہو کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئے(۲۵)۔تحریک کے حصولِ مقاصد کیلئے دو بنیادی کام تجویز کئے گئے۔ایک کا تعلق مدافعت سے اور دوسرے کا ہجومی اقدام کی تیاری سے تھا۔سیّد مودودی نے مدافعانہ پالیسی کے بنیادی مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا: جب تک اسلامی انقلاب برپا کرنے کیلئے ایک منظم جماعت علمی اور عملی حیثیت سے تیار ہو، اس وقت تک ملک میں اس نئے دارالکفر کو مستحکم بنیادوں پر قائم ہونے سے روکا جائے جو انگریزی سنگینوں کی حمایت میں ہم پر مسلط کیا جا رہا ہے اور عامّہ مسلمین کی بیداری وجد وجہد سے ملک کے نظم ونسق میں کم ازکم اتنا تغیر کرادیا جائے جس پر شعبہ دارالاسلام کا اطلاق ہوتا ہو۔

ہجومی اقدام کی تیاری۔۔۔تمدنی انقلاب

ہجومی اقدام کی تیاری کے سلسلے میں سیّد مودودی نے لکھا کہ: ہمیں دارالکفر کی مزاحمت کے ساتھ ساتھ دارالاسلام کے قیام کی جدوجہد کرنی ہوگی اور اس کیلئے تمدنی انقلاب لانا ہوگا۔تمدنی انقلاب کے بارے میں سیّد مودودی کی یہ پختہ رائے تھی کہ وہ فسادات، بلوؤں اور مسلح بغاوتوں سے نہیں آتا بلکہ اس کیلئے سب سے پہلے انقلاب کی فکری اساس مستحکم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ موجودالوقت نظامِ تمدن کے اصولوں پر سخت تنقید کرکے عامۃ الناس میں اس کے خلاف قلبی بے اطمینانی اور ذہنی بغاوت پیدا کی جائے اور اس کی جگہ جو اسلامی نظام تمدن ہم لانا چاہتے ہیں اس کے بنیادی تصوّرات اور عملی تفصیلات کو اس طرح واضح کیا جائے کہ لوگوں کی بھاری تعداد کے دل ودماغ مطمئن ہوجائیں۔یہی نظام اپنے اندران تمام مسائل ومصائب کا حل رکھتا ہے جس سے دورِ جدید کے انسان کی زندگی داغ داغ ہوچکی ہے۔اسلام کے نظامِ تمدن کی برتری محض علمی حیثیت ہی سے ثابت نہ کی جائے بلکہ اس نظام کو عملاً چلتا ہوا دکھایا جائے، اگرچہ یہ عملی مظاہرہ محدود پیمانے پر ہی کیوں نہ ہو۔اس طرح علمی اور عملی دونوں حیثیتوں سے اسلامی نظامِ تمدن کی حقانیت ثابت کرکے لوگوں کی بھاری اکثریت کو اس کا ہم نوا بنایا جائے اور وہ اس باطل نظامِ تمدن کا تختہ الٹ دے اور اس کی جگہ اسلام کا نظامِ تمدن قائم کردے۔(۲۶)

تمدنی انقلاب کا ضابطۂ اخلاق

اس تمدنی انقلاب کیلئے چھوٹے پیمانے پر باقاعدہ ایک ضابطۂ اخلاق جاری کیا گیا اور اس کے قواعد وضوابط مرتب کئے گئے۔جن کے تحت اخلاقی ودینی فضا کے قیام، احتساب، قضائے شرعی اور معاشی معاملات پر خصوصی توجہ دی گئی۔محتسب، قاضی اور محصل زکوٰۃ کے عہدے قائم کئے گئے۔ان ہی اقدامات کا اعجاز تھا کہ ۱۹۴۲ء تک تحریک کے جو مثبت اثرات برآمد ہوئے ان کے مطابق:

- آئمہ مساجد تیار کرنے کیلئے جماعت تیار کی گئی۔
- خطبات جمعہ تیار کر کے شائع کرنے کا اہتمام ہو چکا تھا۔
- کالجوں کے طلبہ کو عربی پڑھانے کا اہتمام ہو چکا تھا۔
- طلبہ میں تقریر وتحریر کی مشق اور دیہات میں تبلیغ کا انتظام کیا گیا تھا۔

بستی کی حدود میں اسلامی فرقوں کے اختلافی مسائل پر جدال ومناظرہ کی اجازت نہ تھی۔البتہ وہ خاص علمی وتحقیقی حیثیت سے صدر کی کڑی نگرانی میں گفتگو کر سکتے تھے۔(۲۷)

دارالاسلام کا تعلیمی منصوبہ

تحریک دارالاسلام کا تعلیمی منصوبہ بلاشبہ بہت عظیم تھا۔اس ضمن میں ابتدائی قدم بھی اُٹھالیا گیا اور اساسی تعلیم کی درسگاہ بھی قائم کردی گئی۔بچوں کی تعلیم کی ذمہ داری ابتدا میں محمد حامد پھر سیّد نقی علی کے ذمے آئی۔دونوں اصحاب تعلیم وتدریس کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔محدود ذرائع کے ساتھ محدود دائرے کے اندر انہوں نے اس تجربے سے بھرپور کام لیا، جو چند طلبہ ان کے زیر تعلیم تھے ان کی تعلیم اور فکری واخلاقی تربیت میں انہوں نے پوری توجہ دی۔سیّد مودودی کے مشورے سے نظم اوقات، نصابِ تعلیم، زائد از نصاب مصروفیات، کھیل اور تفریح کے سلسلے شروع کئے گئے۔بچوں میں ابتدائی ادبی تحریریں لکھنے کا ذوق پیدا کرنے کیلئے ایک دیواری اخبار ''نور'' شروع کیا گیا۔ہر بچے کی اپنی تحریر کردہ ادبی تحقیق ایک بڑے کاغذ پر چسپاں کردی جاتی اور وہ بڑا کاغذ دیواری اخبار ''نور'' کی حیثیت سے ناظرین کو اسلام کے نورِحق کی طرف متوجہ کرتا۔تربیت گاہ میں آنے والے حضرات اور ''دارالاسلام'' کی زندگی کا مطالعہ کرنے کیلئے آنے والے مہمان، سب ہی متاثر ہوتے۔قلمی دیواری اخبار سے بچوں کی جب حوصلہ افزائی ہوئی تو انہوں نے اچھی چیزیں لکھنا اور پیش کرنا شروع کردیں۔(۲۸)

بچوں کے علاوہ بڑوں میں بھی لکھنے والے تھے، جن کی تحریروں میں تحریک دارالاسلام کی وجہ سے نکھار پیدا ہوا۔مولانا صدرالدین اصلاحی شروع ہی سے سیّد مودودی کے ساتھ چلے آرہے تھے۔انہوں نے اپنی تصنیفی زندگی کا آغاز ''حقیقتِ

نفاق'' لکھ کر کیا۔ اس دوران ان کا علم پختہ تر، مطالعہ وسیع و گہرا اور قلم منجھتا چلا گیا۔ بلکہ ان کی تحریر کے آئینے میں مستقبل کا ایک قدآور صاحبِ علم وقلم ابھرتا نظر آرہا تھا۔ اسی زمانے میں مظہرالدین صدیقی نے اشتراکیت اور نظامِ اسلام کے موضوع پر پہلی کتاب لکھی۔ اسی دور میں مولانا مسعود عالم ندوی جیسا صاحبِ علم، عربی زبان کو خالص عرب اسلوب و لہجے میں لکھنے پر قادر، عالم اسلام خصوصاً عرب پر اور اس کے اندر برپا تحریکوں اور ان کے مسائل پر گہری ناقدانہ نظر رکھنے والا فعال مردِ حق بھی سیّد مودودی کا رفیق کار بنا۔ پھر مولانا حمید الدین فراہی کے جانشین مولانا امین اصلاحی بھی دارالاسلام آگئے۔ ایک بلند پایہ مدرس و معلّم اور مفسر قرآن ہونے کی حیثیت سے ان کا شہرہ تھا، تقریر و تحریر دونوں کے بادشاہ تھے۔ وہ مولانا فراہی کے تفسیری منہاج پر بڑا کام کر چکے تھے۔ وہ اس دور کے ابھرتے ہوئے ان علماء میں سے تھے جن کا ورثہ قدیم علوم تو تھے ہی، علوم جدید پر بھی جن کی گہری نظر تھی۔ اب وہ خالص دعوتی اور تحریکی ماحول میں پہنچ گئے تھے۔ یوں دارالاسلام کے دستور العمل میں سیّد مودودی علمی تحقیق میں جس قسم کے افراد چاہتے تھے، تحریک میں شامل ہو گئے۔ (۲۹)

دارالاسلام میں باقاعدہ مہمان خانہ قائم تھا۔ جس میں اکثر مہمان آتے رہتے تھے۔ ان میں وہ اصحاب بھی ہوتے جو سیّد مودودی کے ہم فکر و ہمنوا ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک مشہور جرمن نومسلم محمد اسد تھے۔ دوسرے مولانا محمد علی ایم۔ اے کینٹ تھے۔ دوسری قسم مہمانوں کی وہ تھی جو سیّد مودودی کی دعوت سے متاثر ہوتے تو ذہنوں میں اُٹھنے والے سوالات کا جواب پانے، فکری الجھنوں کو سلجھانے اور اطمینانِ قلب حاصل کرنے کیلئے سیّد مودودی کے پاس آتے۔ ان ہی میں ایک نوجوان محمد افضل چیمہ تھے جو آگے چل کر پاکستان کی عدالتِ عظمیٰ کے جسٹس اور اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین بنے۔ تیسری قسم کے مہمان وہ تھے جو لٹریچر پڑھ کر دارالاسلام آتے تاکہ یہاں کا رنگ ڈھنگ دیکھ سکیں۔ آنے والوں میں غیر مسلم (ہندو اور سکھ) بھی ہوتے جو لٹریچر پڑھ کر متاثر ہوتے۔ اکثر کا مقصد تبادلۂ خیال ہوتا۔ یوپی کا ایک نوجوان مسٹر شرما تحریک کا لٹریچر پڑھ کر اسلام کے بہت قریب آ گیا تھا۔ سیّد صاحب سے اس کی کافی طویل مراسلت رہی۔ پھر وہ دارالاسلام بھی آیا اور ہفتہ بھر مقیم رہا۔ یہاں طفیل محمد کے الفاظ میں: ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ اسلام قبول کرلے گا۔ لیکن اس دوران میں ملک تقسیم ہو گیا۔ (۳۰)

دارالاسلام ایک انقلابی تحریک

تحریک دارالاسلام ایک انقلابی تحریک تھی جس نے ملک بھر میں مسلم رائے عامہ کو انقلابی بنیادوں پر منظم کیا۔ دوسری طرف غیر مسلموں کے اندر یہ یقین پیدا کرنے کی کوشش کی کہ صرف اسلام ہی بنی نوع انسان کے مسائل حل کر سکتا ہے۔ یوں شعبۂ علم و عمل کے ذریعے اسلامی نظامِ تمدن کی برتری کو عملاً ثابت کیا گیا۔ کیونکہ بانیٔ تحریک کے نزدیک دارالاسلام بنانے کی جدوجہد مسلمانوں کے ایمان ہی کا تقاضا نہ تھی بلکہ ایک ناگزیر ضرورت تھی۔ ہندوستان میں وطنی

قومیت کی بنیاد پر لادینی جمہوری ریاست کی صورت میں جو طوفان امڈا آ رہا تھا، اس میں مسلمان کا مسلمان کی حیثیت سے زندہ رہنا ممکن نہ تھا۔اس یلغار کے آگے مسلمان صرف اسی صورت کھڑے رہ سکتے تھے جب وہ اپنے ماحول کو دارالاسلام بنانے کا عزم لے کر اٹھتے اور اس کیلئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے۔ جہاں تک حب الوطنی کا تعلق تھا تو سیّد مودودی نے واضح کیا کہ دارالاسلام بنانے کی خواہش نہ تو حب الوطنی اور حریت طلبی کے منافی ہے اور نہ اس کی کوشش۔ بلکہ وطن کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے وطن کو معاشرت و معیشت اور سیاست و اخلاق کا وہ عادلانہ نظام دیں جس کا نام اسلام ہے۔(۳۱)

یہ وہ دور تھا جب مسلم لیگ کی تحریکِ پاکستان بھی زوروں پر تھی اور کانگریسی مسلمان بھی بڑے سرگرم تھے۔دینی حلقے اپنی جگہ فعال اور متحرک تھے۔اس وقت دارالاسلام پٹھان کوٹ سے اُٹھنے والی تحریکِ اسلامی نے سب کو چونکا دیا۔لٰہذا ایک مسلم لیگی وفد گورداسپور سے سیّد مودودی کے پاس آیا۔وفد کے اراکین کافی دیر تک اس مسئلے پر گفتگو کرتے رہے کہ پاکستان بنانے کی جدوجہد کے موقع پر سیّد مودودی مسلم لیگ کے ساتھ کیوں نہیں آتے۔سیّد مودودی نے کہا: آپ پاکستان ضرور بنائیے، لیکن آپ نے اس کو چلانے کی بھی کوئی تیاری کی ہے۔اخلاق کے بغیر ایک اسٹیٹ وجود میں تو لائی جاسکتی ہے لیکن چلائی نہیں جاسکتی۔ میں اپنی ساری فکر اور ساری قوت اس کام میں لگا رہا ہوں کہ قوم کے اخلاق ایسے ہوجائیں جو ریاست کو سنبھالنے اور چلانے کے قابل ہوں۔مسلم لیگ کی تحریک اخلاق کا کوئی بندوبست نہیں کر رہی ہے بلکہ جو کچھ رہے سہے اخلاق تھے ان کو بھی ختم کر رہی ہے اور پاکستان بن جانے کے بعد دو تین ماہ کے اندر ہی آپ دیکھ لیں گے کہ قوم جو اخلاق رکھتی ہے یا مسلم لیگ کے لیڈر اس کو جو اخلاق دے رہے ہیں، وہ اس ریاست کو سنبھالنے کے قابل نہیں ہوں گے۔(۳۲)

ڈاکٹر حبیب الرحمن الٰہی علوی علی گڑھ کے زمانے سے مسلم لیگ کے سرگرم کارکن تھے اور سیّد مودودی کے افکار و دعوت سے بھی متاثر تھے۔ ۱۹۴۲ء میں مسلم لیگ کے اجلاسِ کراچی کے بعد دارالاسلام سیّد مودودی سے یہ مشورہ لینے آئے کہ مسلم لیگ میں ایسے لوگوں کی کثرت ہے جو پاکستان میں آئین کے نفاذ کے مخالف ہیں۔اب فرمایئے، ہم لوگ لیگ میں رہیں یا چھوڑ جائیں۔تو سیّد مودودی نے کہا: آپ جیسے لوگوں کا مسلم لیگ میں رہنا بہت ضروری ہے۔ پاکستان یقیناً بن رہا ہے۔لیکن اس پر یونینسٹ قسم کے مسلمانوں کے قبضے کا خطرہ ہے جو انگریز کے مقابلے میں مسلمانوں کیلئے زیادہ ظالم ثابت ہوسکتے ہیں اور اس کا سدِّ باب ضروری ہے(۳۳)۔گویا تحریک دارالاسلام وہ انقلابی تحریک تھی جس کے پیش نظر اللہ کا حکم سب حکموں پر، اس کا کلمہ سب کلموں پر اور اس کا قانون سب قوانین سے بالاتر ہو۔(۳۴)

یہی وجہ ہے کہ تقسیمِ ہندوستان پر جب مسلمانوں کے ایک گروہ نے اعتراض کیا تو بانیٔ تحریک دارالاسلام نے گویا محمود غزنوی کے الفاظ دہرائے کہ: ہم بت شکن ہیں۔مسلمان ہونے کی حیثیت سے میری نگاہ میں اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہندوستان ایک ملک رہے یا دس ٹکڑوں میں تقسیم ہوجائے تمام روئے زمین ایک ملک ہے۔انسان نے اسے

ہزاروں حصّوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ یہ اب تک کی تقسیم اگر جائز تھی تو آئندہ مزید تقسیم ہو جائے گی تو کیا بگڑ جائے گا۔ اب بت ٹوٹنے پر تڑپے وہ جو اسے معبود سمجھتا ہے۔ مجھے تو اگر یہاں ایک مربع میل کا رقبہ بھی مل جائے جس میں انسان پر خدا کے سوا کسی کی حاکمیت نہ ہو تو میں اس کے ایک ذرہ خاک کو تمام ہندوستان سے زیادہ قیمتی سمجھوں گا۔(۳۵)

دارالاسلام کی عملی صورت

دارالاسلام نے اپنی علمی حیثیت سے نکل کر جب عملی صورت اختیار کی تو وہ جماعت اسلامی بن گیا۔ جس نے ۱۹۵۶ء سے ہی ''اسلامی دستور'' بنا کر گورنمنٹ کو پیش کر دیا۔ لہٰذا اگر ہم یہ کہیں کہ دارالاسلام پٹھان کوٹ جماعت اسلامی کا نقشِ اوّل تھا تو تاریخی حقائق اس کی تائید کرتے ہیں۔ جماعت کے قیام کے بعد اس کے ہفتہ وار اجتماعات دارالاسلام میں منعقد ہونے لگے، جن کے باعث دارالاسلام کی ننھی منی پرسکون بستی کی تحریکی زندگی پورے بہار پر آجاتی تھی۔ یہاں جمع ہونے والے لوگ نسلی، لسانی اور علاقائی اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوتے مگر نصب العین کے مطابق ایک تھے۔ ان ہفتہ وار اجتماعات میں باہر سے آنے والے خطوط بھی پڑھ کر سنائے جاتے تھے۔ وقت جیسے جیسے پیش قدمی کر رہا تھا، اکثر خطوط ان ہولناک حالات کی تصویر کشی پر مشتمل ہوتے تھے جن سے اس وقت برصغیر دوچار تھا۔ فسادات کی آگ پہلے بھی بھڑکتی رہتی تھی مگر اس مرتبہ یہ آگ بنگال میں بھڑکی تو انتقام کے خونی چکر میں اس کے شعلے دور دور تک لپکنے لگے۔ آگ اور خون کے اس طوفانی سمندر کے درمیان دارالاسلام کا وجود امن وسلامتی کا مرکز بن گیا۔ ارد گرد کے شہر سے بھی مسلمان دارالاسلام کی ننھی منی بستی میں جمع ہونے لگے۔ بلکہ آس پاس کی آبادیوں کا یہ ایک کیمپ بن چکا تھا۔(۳۶)

تقسیم ہند اور دارالاسلام

دارالاسلام کے چاروں طرف گھنا جنگل تھا اور سکھوں کی طرف سے ہر وقت خطرہ لاحق تھا۔ اس لئے بانیٔ تحریک نے سخت حفاظتی اقدامات کئے۔ علاقے کے چاروں طرف خندق کھودی گئی۔ حفاظتی اقدامات کئے اور سب کے فرائض تقسیم کر دیئے۔ ہر شخص کیلئے دو روٹیوں کا راشن مقرر تھا۔ سیّد مودودی نے پہرے، حفاظتی اقدامات اور گشت کا بندوبست کیا۔ رات رات بھر جاگ کر دیکھتے آدمی غفلت اور نیند میں تو نہیں(۳۷)۔ کچھ عرصہ حالات اسی طرح مخدوش رہے۔ قتل عام جاری تھا۔ اگرچہ دارالاسلام کی بستی میں اسلحہ نہ تھا اور نہ ہی دفاع کا موثر انتظام لیکن بے مثال نظم وضبط، حیرت ناک دلیری اور جرأت ہندو اور سکھوں کیلئے حوصلہ شکن تھے۔ انہیں آخری وقت تک ادھر کا رُخ کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ کچھ دنوں بعد فوج نے دارالاسلام کو اپنے چارج میں لے لیا۔

تقسیم ہند کے بعد دارالاسلام

سیّد مودودی اپنے رفقاء کے ساتھ ۲۹ ؍اگست ۱۹۴۷ء کو لاہور تشریف لائے۔ اور اپنی دینی و علمی سرگرمیوں کا مرکز

لاہور کو ہی بنایا۔ جبکہ چوہدری نیاز علی جوہر آباد چلے گئے اور وہاں پہنچ کر دارالاسلام ٹرسٹ جوہر آباد قائم کر کے اپنے سابقہ تعلیمی و تربیتی منصوبے کو بروئے کار لانے لگے۔ پاکستان میں بھی ادارہ دارالاسلام کے سامنے کام کا وہی نقشہ تھا جو علامہ اقبال نے اس کیلئے تجویز کیا تھا اور جس کا مکمل نقشہ چوہدری نیاز علی کے ذہن اور ادارے کے فیصلوں و اعلانات میں موجود تھا۔ چنانچہ ان ہی خطوط پر ادارے نے اپنا کام شروع کر دیا۔(۳۸)

نتائج

تحریک دارالاسلام ایک اسلامی، تعلیمی، تنظیمی و اخلاقی تحریک تھی۔ اگرچہ اس میں تعطل بھی آیا جب نظریاتی اختلاف کی بنا پر سیّد مودودی اور ان کے رفقاء کو ۲۹ جنوری ۱۹۳۹ء کو دارالاسلام چھوڑ کر لاہور آنا پڑا۔ مگر ۱۵ رجون ۱۹۴۲ء کو سیّد مودودی چوہدری نیاز علی کے اصرار پر تحریک کی سربراہی کے لئے دوبارہ دارالاسلام پہنچے۔ اگرچہ یہ مرحلہ اور واقعہ پریشان کن دھچکا تھا لیکن تحریکوں اور جماعتوں کی زندگی میں ایسے اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں۔ اہل حق ان سے نہ صرف یہ کہ دل برداشتہ نہیں ہوتے بلکہ پہلے سے زیادہ عزم راسخ کے ساتھ اللہ کے توکل پر اپنی منزل اور نصب العین کی سمت بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ سیّد مودودی نے اس واقعہ پر چند الفاظ میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا: ہمیں کسی زمین کی خاک سے کوئی دل چسپی نہیں ہے۔ محبت اس نصب العین سے ہے کہ اللہ کا حکم سب حکموں پر، اس کا کلمہ سب کلموں پر اور اس کا قانون سب قوانین سے بالاتر ہو۔ اس لیلائے مقصود کے پیچھے جہاں جہاں جانے کی ضرورت ہوگی، جائیں گے اور جس جس سرزمین کی خاک چھاننی پڑے گی، چھانیں گے۔(۳۹)

بعض اکابرین کی طرف سے نتائج کے بارے میں شکوک وشبہات کے اظہار پر تبصرہ کرتے ہوئے سیّد مودودی نے واضح کیا کہ چونکہ یہ کام بالکل نیا اور بے حد کٹھن ہے، اس لئے ہمیں فوری نتائج کی امید دل میں پال کر بے صبری سے نہیں بلکہ یہ بات ذہن نشین کر کے اس راہ میں جدوجہد کرنا ہوگی کہ یہ جدوجہد کئی نسلوں میں جا کر ثمر آور ہو سکے گی۔ سیّد مودودی لکھتے ہیں کہ: یہ ایک (Herculean Task) ہے۔ اوّل تو ہم اس کو اس طرح شروع کر رہے ہیں کہ ہم سے پہلے کوئی اس کے نشاناتِ راہ چھوڑ کر نہیں گیا۔ ہمیں خود ہی اپنی منزلِ مقصود کو پیش نظر رکھ کر راستہ بنانا ہے اور اس پر چلنا ہے۔ دوسرے یہ اتنا بڑا کام ہے کہ میری اور آپ کی اور ہم جیسے سینکڑوں آدمیوں کی پوری پوری زندگیاں بھی اس کیلئے کافی نہیں ہیں۔ اگر ہم یہ امید کریں کہ ہماری زندگی میں اس کے پورے نتائج سامنے آ جائیں گے تو یہ غلط امید ہوگی۔ یہ کھجور کا درخت لگانا ہے۔ جو اس کو بوتا ہے وہ اس کا پھل نہیں توڑ سکتا۔ ہم اس درخت کو لگائیں گے اور اپنے خونِ جگر سے اس کو سینچ کر چلے جائیں گے۔ ہمارے بعد دوسری نسل آئے گی اور شاید وہ بھی اس کے پھلوں سے پوری طرح لذت آشنا نہ ہو سکے گی۔ کم از کم دو تین پشتیں اس کے پورے نتائج ظاہر ہونے کیلئے درکار ہیں۔(۴۰)

تحریک کے ثمرات

مختصر مدت میں اس تحریک کے ابتدائی دور میں جو کام ہوا۔اس سے مندرجہ ذیل اثرات مرتب ہوئے۔

- تحریک مجاہدین کے بعد پہلی بار دیہات میں نماز جمعہ قائم کرنے کا اہتمام ہوا۔
- مالی مسائل کو حل کرنے کیلئے حکومتی گرانٹ یا چندہ کا طریقہ نہیں اپنایا گیا بلکہ کفایت، محنت اور سادگی پر انحصار کیا گیا۔
- تحریک دارالاسلام میں ادارہ دارالاسلام کا دستور العمل حقیقت میں تحریک اسلامی کی پہلی دستاویز تھی۔جس پر چل کر ایک اسلامی جماعت کی نہ صرف بنیاد پڑی بلکہ اس وقت وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بڑی جماعتوں میں سے ایک ایسی جماعت ہے جس نے ۱۹۵۶ء میں ہی دستور اسلامی بنا کر حکومت پاکستان کو پیش کر دیا تھا۔
- پوری ایک صدی کے بعد برصغیر پاک و ہند میں ایک ایسی تحریک منظم ہوئی جس کا مقصد، نصب العین، طریقہ کار، تنظیم اور نظامِ تربیت خالصتاً اسلامی اصولوں پر تھا۔
- اسلام کا انقلابی پہلو نمایاں ہوا۔جمود ٹوٹا اور احساس کمتری ختم ہوا۔
- اسلام پر دوبارہ اعتماد بحال ہوا۔وقت کی ضروریات کے مطابق کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے زندگی کے مختلف شعبوں میں رہنمائی کیلئے لٹریچر تیار رہوا۔
- قدیم اور جدید تعلیم یافتہ کے درمیان جو کش مکش گزشتہ نصف صدی سے مسلمانوں میں شروع ہو چکی تھی وہ بڑی حد تک کم ہوئی اور دونوں باہمی اشتراک سے ملت کی خدمت پر متوجہ ہوئے۔
- اسلامی حکومت اور مسلمانوں کی قومی حکومت کا فرق واضح ہوا۔
- ناظم ادارہ دارالاسلام کے مطابق دارالاسلام ایک صنعتی مرکز کے لحاظ سے بہترین جگہ تھی۔ ماہ جولائی ۱۹۴۱ء کے اواخر میں نواب مظفر خان اور مولوی فتح الدین پرنسپل ایگری کلچرل کالج لائل پور بھی تشریف لائے۔(۴۱)
- بستی دارالاسلام کو نمونے کی ایسی بستی بنانا مقصود تھا جس سے مدینہ منورہ کے اتباع کا نقشہ استوار کیا جا سکے۔اس بارے میں حتی المقدور کوشش کی گئی جو کافی حد تک کامیاب ہوئی۔
- تحریک اسلامی کے تصنیفی سرمائے میں بانیٔ تحریک دارالاسلام سیّد مودودی کی تصانیف، افادیت، ادبیت اور کمیت کے لحاظ سے دوسرے مصنفوں پر نمایاں فوقیت رکھتی ہیں۔ان کی تصانیف تحریکی مقاصد کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اُردو ادب میں بھی گراں بہا اضافہ ہیں۔سیّد مودودی کے علاوہ دارالاسلام تحریک کے اساسی اراکین میں نعیم صدیقی نے سب سے زیادہ لکھا۔ان کی تصانیف میں مقالے، مضامین، طنزومزاح سے بھرپور خاکے، افسانے، نظمیں اور غزلیں شامل ہیں۔گویا یہ تحریک ادبی خصوصیات کی حامل تحریک بھی تھی۔(۴۲)

مراجع وحواشی

(۱) صابر کلوروی۔سیّد مودودی اور اقبالؒ، ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ سیّد مودودی نمبر حصہ اول، ص ۱۰۲، لاہور، (دسمبر ۱۹۷۹ء)

(۲) اسعد گیلانی، سیّد۔ اقبال، دارالاسلام، تعلیمی اسکیم، مجلہ محور تعلیم نمبر: ص ۶۲، پنجاب یونیورسٹی۔لاہور۔۱۹۷۷ء

(۳) اسعد گیلانی ' سیّد۔ اسعد، گیلانی سیّد۔ اقبال، دارالاسلام اور مودودی: ص ۱۷۲۔۱۷۲، اسلامی اکادمی۔لاہور۔۱۹۷۸ء

(۴) حبیب احمد ' چوہدری۔ علامہ اقبال، قائداعظم، پرویز، مودودی اور تحریک پاکستان۔ص ۲۹۹، فیصل آباد: گلستان کالونی۔(س ن)

(۵) عابد نظامی۔علامہ اقبال اور مولانا مودودی، ہفت روزہ ایشیا۔ص ۱۱، لاہور۔۲۱ اپریل ۱۹۷۱ء

(۶) محمد سرور، پروفیسر۔ مولانا مودودی اور ان کی تحریک اسلامی معہ جماعت اسلامی و اسلامی دستور: ص ۲۰، سندھ ساگر اکادمی۔لاہور۔۲۰۰۴ء

(۷) ثروت صولت۔ مولانا مودودی کی تقاریر حصہ اول: ص ۱۵، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ۔لاہور۔۱۹۷۹ء

(۸) خورشید احمد۔ مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، ماہنامہ چراغ راہ۔ص ۴۷، کراچی۔ مارچ ۱۹۶۰ء

(۹) عابد نظامی۔علامہ اقبال اور مولانا مودودی، ہفت روزہ ایشیا۔ص ۲۰، لاہور۔۱۷/اپریل ۱۹۶۹ء

(۱۰) عابد نظامی۔ کیا مولانا مودودی علامہ اقبال کی دعوت پر پنجاب آئے تھے، ہفت روزہ چٹان۔ص ۱۴، لاہور۔۲۶/اپریل ۱۹۷۱ء

(۱۱) عبدالرحمن عبد، چوہدری۔ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی: ص ۱۳۔۱۳۶، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ۔لاہور۔۱۹۷۱ء

(۱۲) اسعد گیلانی ' سیّد۔ اقبال، دارالاسلام اور مودودی: ص ۱۸۳، اسلامی اکادمی۔لاہور۔۱۹۷۸ء

(۱۳) ابوراشد فاروقی۔ اقبال اور مودودی: ص ۲۳۔۲۴، مکتبہ تعمیر انسانیت۔لاہور ۱۹۷۷ء

(۱۴) ابوالاعلیٰ مودودی، سیّد۔ تحریک آزادی ہند اور مسلمان حصہ اول: ص ۶۲، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ۔لاہور۔۱۹۵۵ء

(۱۵) اسعد گیلانی ' سیّد۔ جماعت اسلامی ۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۷ء: ص ۱۱۱، فیروز سنز لمیٹڈ۔لاہور۔۱۹۹۲ء

(۱۶) اسعد، گیلانی سیّد۔ اقبال، دارالاسلام اور مودودی۔ص ۹۲، اسلامی اکادمی۔لاہور۔۱۹۷۸ء

(۱۷) آباد شاہ پوری۔ تاریخ جماعت اسلامی حصہ اول: ص ۳۶۳، ادارہ معارف اسلامی۔لاہور۔۱۹۸۹ء

(۱۸) عبدالعزیز شرقی ' سیّد۔ تذکرہ سیّد مودودی: ص ۲۲۸، ادارہ معارف اسلامی۔کراچی۔۱۹۸۶ء

(۱۹) نقی علی ' سیّد۔ سیّد مودودی کا عہد میری نظر میں: ص ۳۵۶، مکتبہ ذکریٰ۔رام پور، یوپی۔۱۹۸۱ء

(۲۰) آباد شاہ پوری۔ تاریخ جماعت اسلامی حصہ اول: ص ۳۱۷، ادارہ معارف اسلامی۔لاہور۔۱۹۹۸ء

(۲۱) ابوال آفاق ' ایم۔اے۔ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی۔۔۔ سوانح، افکار، تحریک: ص ۱۶۷، اسلامک پبلی کیشنز لاہور۔۱۹۷۱ء

(۲۲) نعیم صدیقی۔ تذکرہ سیّد مودودی: ص ۶۱، ادارہ معارف اسلامی۔لاہور۔۱۹۸۶ء

(۲۳) ابوالاعلیٰ مودودی ' سیّد۔ اشارات، ماہنامہ ترجمان القرآن (۱۱) ۶: ص ۴۶۷، دفتر دارالاسلام۔ پٹھان کوٹ (پنجاب)۔فروری ۱۹۳۸ء

(۲۴) ابوالاعلیٰ مودودی ' سیّد۔ اشارات، ماہنامہ ترجمان القرآن (۱۱) ۶: ص ۴۶۷، دفتر دارالاسلام۔ پٹھان کوٹ (پنجاب)۔فروری ۱۹۳۸ء

(۲۵) محمد امین جاوید۔عرضِ ناشر،خطبات:ص۲۱،اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ۔لاہور۔۲۰۰۴ء
(۲۶) ابوالاعلیٰ مودودی،سیّد۔ضمیمہ ترجمان القرآن ۔۔۔دستور العمل ادارہ دارالاسلام مع توضیح مقاصد وطریق کار، ماہنامہ ترجمان القرآن (۱۳)۱:ص ۱۳،دارالاسلام۔پٹھان کوٹ (پنجاب)۔ستمبر ۱۹۳۸ء
(۲۷) آبادشاہ پوری۔تاریخ جماعت اسلامی حصہ اول:ص ۴۲۳،ادارہ معارف اسلامی۔لاہور۔۱۹۸۹ء
(۲۸) آبادشاہ پوری۔تاریخ جماعت اسلامی حصہ دوم:ص ۵۷۹،ادارہ معارف اسلامی۔لاہور۔۱۹۹۸ء
(۲۹) نقی علی،سیّد۔تاریخ جماعت اسلامی:ص ۴۳۵،ادارہ معارف اسلامی۔کراچی۔(قلمی نسخہ)
۳۰) نعیم صدیقی۔تذکرہ سیّد مودودی جلد اول:ص ۲۲۹،ادارہ معارف اسلامی۔لاہور۔۲۰۰۰ء
(۳۱) ابوالاعلیٰ مودودی،سیّد۔ضمیمہ ترجمان القرآن ۔۔۔دستور العمل ادارہ دارالاسلام مع توضیح مقاصد وطریق کار، ماہنامہ ترجمان القرآن (۱۳)۱۔:ص ۳،دارالاسلام۔پٹھان کوٹ (پنجاب)۔ستمبر ۱۹۳۸ء
(۳۲) نقی علی،سیّد۔سیّد مودودی کا عہد میری نظر میں:ص ۳۱۷،البدر پبلی کیشنز۔لاہور۔۱۹۸۰ء
(۳۳) نعیم صدیقی۔تذکرہ سیّد مودودی جلد اول:ص ۴۵۴،ادارہ معارف اسلامی۔لاہور۔۲۰۰۰ء
(۳۴) ابوالاعلیٰ مودودی،سیّد۔ اشارات، ماہنامہ ترجمان القرآن (۱۳)۵: دفتر ترجمان القرآن دارالاسلام ۔ پٹھان کوٹ (پنجاب)۔جنوری ۱۹۳۹ء
(۳۵) ابوالاعلیٰ مودودی،سیّد۔تحریک آزادی ہند اور مسلمان حصہ اول:ص ۲۲،اسلامک پبلی کیشنز۔لاہور۔۱۹۴۶ء
(۳۶) نقی علی،سیّد۔تاریخ جماعت اسلامی:ص ۴۳۵،ادارہ معارف اسلامی۔کراچی۔(قلمی نسخہ)
(۳۷) محمد یوسف بھٹہ۔مولانا مودودی (اپنی اور دوسروں کی نظر میں):ص ۲۵۶، ادارہ معارف اسلامی۔ لاہور۔ ۱۹۸۴ء
(۳۸) اسعد گیلانی،سیّد۔اقبال، دارالاسلام اور مودودی:ص ۳۰۵،اسلامی اکادمی۔لاہور۔۱۹۷۸ء
(۳۹) ابوالاعلیٰ مودودی،سیّد۔ اشارات، ماہنامہ ترجمان القرآن (۱۳)۵:ص ۶، دفتر ترجمان القرآن دارالاسلام۔ پٹھان کوٹ (پنجاب)۔جنوری ۱۹۴۰ء
(۴۰) منصور خالد۔وثائق مودودی:ص ۵۷۔۵۸،ادارہ معارف اسلامی۔لاہور۔۱۹۸۶ء
(۴۱) ادارہ تحریر دارالاسلام۔معروضات، ماہنامہ دارالاسلام (۴)۱:ص ۷، دارالاسلام۔پٹھان کوٹ پنجاب۔ستمبر ۱۹۴۱ء
(۴۲) نجم الاسلام نومبر۔اردو ادب پر اسلامی تحریکات کے اثرات، ماہنامہ چراغ راہ تحریک اسلامی نمبر۔ص ۲۷۲،کراچی۔۱۹۶۳ء